تبلیغِ احمدیت کے متعلق اوقات وقف کرنے کا مطالبہ

(فرمودہ ۲۷ ؍جنوری ۱۹۳۹ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

''مَیں نے پچھلے سے پچھلے جمعہ میں قادیان کی جماعت کو تبلیغ احمدیت کے لئے اپنے آپ کو بطور والنٹیر پیش کرنے کی تحریک کی تھی اور اِس کے مطابق واقفین کی لسٹیں میرے پاس پہنچ گئی ہیں۔ مَیں نے تحریک جدید اور نظارت دعوت وتبلیغ کے سپرد یہ کام کیا ہے کہ وہ پہلے ایسے علاقوں کے لئے جہاں تبلیغ کے لئے خاص طور پر ضرورت ہے آدمی چُن لیں اور پھر بقیہ لوگوں کو اِن علاقوں میں کام کرنے کی اجازت دے دیں جن کو وہ خود ترجیح دیتے ہیں۔

تبلیغ ایک ایسا ضروری فرض ہے کہ جو الٰہی جماعتوں کے ابتدائی زمانہ میں سب سے زیادہ اہم ہوتا ہے کیونکہ وہ پروگرام جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے الٰہی جماعتوں کو دیا جاتا ہے اُس کو تفصیلی طور پر پورا کرنے کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ بعض علاقوں یا مُلکوں میں اس جماعت کی اکثریت ہو۔ خالی شہروں کی اکثریت کافی نہیں ہوتی۔ بلکہ وسیع علاقوں اور مُلکوں میں ہی وہ احکام نافذ کئے جاسکتے ہیں جو سوسائٹی کے ساتھ بحیثیت جماعت تعلق رکھتے ہیں۔

پس اسلام کی وہ تشریح جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ ہمیں ملی ہے اور اسلام کا وہ دور جو دُنیا میں آج سے تیرہ سَو سال قبل گزرا ہے اِس تشریح پر عمل اور اِس دَور کا قیام اِسی صورت میں مُمکن ہے کہ جبکہ ہم وسیع علاقہ میں اپنی اکثریت پیدا کرلیں اور پھر باہمی اتحاد

اور فیصلہ کے ساتھ اِس قانون اور شریعت کو رائج کریں جس کو اسلام نے ہم میں رائج کرنا چاہا ہے۔ افراد کی کثرت اگر وہ مختلف ممالک میں پھیلے ہوں گو مالی لحاظ سے اور سیاسی لحاظ سے مفید ہوسکتی ہے مگر اجرائے قانون کے لحاظ سے مفید نہیں ہوسکتی۔ اگر دس کروڑ افراد ساری دُنیا میں پھیلے ہوئے ہوں تو وہ اجرائے قانون کے لحاظ سے اتنے مفید نہیں ہو سکتے جتنے ایک کروڑ اگر ایک جگہ جمع ہوں۔

پس قرآن کریم کی تعلیم کو عملی صورت میں کسی علاقے میں ظاہر کرنے کے لئے ضروری ہے کہ کوئی وسیع علاقہ ایسا ہو جہاں جماعت احمدیہ کُلّی طور پر موجود ہو یا بہت بڑی اکثریت رکھتی ہو اور یہ غرض پوری نہیں ہوسکتی جب تک کہ منظّم صورت میں تبلیغ نہ کی جائے۔ مختلف علاقے لے لئے جائیں اور اِن میں منظّم طور پر پورے زور کے ساتھ تبلیغ کی جائے یہاں تک کہ وہ علاقہ ظاہر ہو جائے جسے اللہ تعالیٰ نے اِس سعادت کے لئے مقدر فرمایا ہو۔

مجھے افسوس ہے کہ ابھی ہماری جماعت نے اِس ذمّہ داری کو پورے طور پر نہیں سمجھا اور مجھے بہت ہی زیادہ افسوس ہے کہ اِس بارہ میں سب سے زیادہ غفلت قادیان کے لوگوں کی ہے جہاں اور خدمات میں قادیان کی جماعت دوسروں سے بڑھی ہوئی ہے وہاں تبلیغ کا فریضہ ادا کرنے میں یہ سب سے پیچھے ہے۔ امن نے ان کے دماغوں میں غلط اطمینان پیدا کر دیا ہے۔ شائد کوئی کہے کہ یہاں امن کہاں ہے۔ روز احرار کی طرف سے فتنے پیدا ہوتے رہتے ہیں لیکن فتنہ کا ہونا اور چیز ہے اور قلبی اطمینان اور ہے۔ جہاں ایک احمدی دس مخالفوں میں گھِرا ہو وہاں فتنہ اس کے دل میں یہ خلش پیدا کرسکتا ہے کہ شاید میں تباہ نہ ہو جاؤں۔ مگر جہاں دس بھلے مانسوں میں ایک شرارت کرنے والا ہو وہاں نفس مطمئن ہوتا ہے اور گو تکلیف ہو مگر یہ گھبراہٹ نہیں ہوتی کہ میں تباہ ہوسکتا ہوں۔ یہی حال قادیان اور باہر کے فتنوں کا ہے۔ باہر کے فتنے خواہ کتنے تھوڑے ہوں چونکہ وہ اکثریت کی طرف سے ہوتے ہیں۔ جماعت کے لوگوں میں ایک قسم کی بے اطمینانی ہوتی ہے مگر قادیان کے فتنے خواہ کتنے بڑے کیوں نہ ہوں جماعت کے دلوں میں یہ اطمینان ہوتا ہے کہ ہم یہاں طاقت اور تعداد کے لحاظ سے زیادہ ہیں۔ یہ اطمینان کی صورت ایسی ہے جو نظر انداز نہیں کی جاسکتی اور مجھے افسوس ہے کہ اس نے قادیان کی

جماعت کے دماغوں میں امن کا غلط خیال پیدا کر دیا ہے اور جماعت کی مثال اُس کبوتر کی سی ہے جس پر جب بلّی حملہ کرتی ہے تو وہ آنکھیں بند کر لیتا اور خیال کر لیتا ہے کہ اب بلّی مجھے دیکھ نہیں سکتی اور وہ یہ نہیں سمجھتے کہ ایک چھوٹے سے قصبہ میں ان کی اکثریت ہونے سے حقیقی امن قائم نہیں ہوسکتا اور اگر ہو بھی جائے تو سوال یہ ہے کہ کیا اُنہوں نے احمدیت اپنے امن کے لئے اختیار کی ہے؟ جس کی جدوجہد اپنے نفس کے لئے امن پر ختم ہو جاتی ہے اس نے احمدیت کو نفس کے لئے ہی اختیار کیا ہے اگر دین کے لئے اختیار کیا ہوتا تو اپنے نفس کے لئے آرام حاصل کرنے پر اس کی جدوجہد ختم نہ ہو جاتی۔ ہمارا امن تو دین کے لئے امن پر منحصر ہے۔ اگر دین کے لئے امن نہیں تو ہمارے امن کے کیا معنی؟ اگر دنیا میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے امن نہیں تو قادیان میں اگر ہم طاقتور بھی ہوں یہاں کوئی بھی فتنہ کرنے والا آدمی باقی نہ رہے، احراری فتنے بھی مٹ جائیں تو کیا فائدہ؟ اس کے معنی زیادہ سے زیادہ یہ ہوں گے کہ ہمیں نجات حاصل ہوگئی مگر یہ نجات تو غیر احمدی ہونے کی صورت میں ہمیں پہلے ہی حاصل تھی۔ یہ سب فتنے تو پیدا ہی اِس لئے ہوئے تھے کہ ہم نے احمدیت کو قبول کیا تھا اور ہم نے تو احمدیت اِس لئے قبول کی تھی کہ چاہے ہمارے لئے فتنہ پیدا ہو مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے امن حاصل ہو جائے۔ پس ہمیں کوشش کرنی چاہیئے کہ ساری دنیا میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے امن قائم ہو جائے۔ کم سے کم شروع میں ایسا ایک علاقہ ہی ہو جہاں آپ کی تعلیم کو زندہ کر کے جاری کیا جاسکے۔ ہمارا مقصد یہ ہے کہ تمام بنی نوع انسان کو آپ کے جھنڈے تلے لے آئیں اور اگر ہم کسی وقت اِس لئے کوشش کرنا چھوڑ دیتے ہیں کہ جس علاقہ میں ہم رہتے ہیں اِس میں امن قائم ہو گیا ہے تو یہ ہمارے ایمان کی کمزوری کی علامت ہے۔ جہاں دوسری اکثر اچھی باتوں میں قادیان کے لوگ اچھا نمونہ دکھانے کے عادی ہیں، یہاں کے احمدیوں کی اکثریت چندہ باقاعدہ ادا کرتی ہے، دین سیکھنے کی طرف بھی وہ زیادہ توجہ کرتے ہیں اور وعظ وغیرہ شوق سے سُنتے ہیں اِسی طرح اور کئی خوبیاں اِن میں ہیں وہاں مجھے سخت افسوس ہے کہ تبلیغ کے معاملہ میں وہ دوسروں سے بہت پیچھے ہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ چند کارکنوں کو چھوڑ کر اِس نیکی کے خانوں میں باقی لوگوں کے لئے صفر لکھا ہوا ہے۔ اگر قادیان کے لوگ اپنی

ذمّہ داری کو سمجھتے ، اُن میں حقیقی بیداری پیدا ہوتی اور وہ سمجھتے کہ احمدیت کو اللہ تعالیٰ نے کیوں قائم کیا ہے تو آج تک لاکھوں آدمی قادیان اور اِس کے اِرد گرد احمدی ہو چکے ہوتے ۔ ایک یا دو لوگوں کو ہر سال احمدی بنا لینا کوئی مُشکل کام نہیں اور اتنے بنا لئے جائیں تو آپ غور کر سکتے ہیں کہ دس سال میں ہی جماعت کتنی ترقی کرسکتی ہے۔ آپ لوگ اندازہ کرلیں کہ آج سے آٹھ سال قبل قادیان میں احمدیوں کی تعداد باون سَو کے قریب تھی ۔ اگر اِس میں سے چالیس فیصدی مرد تبلیغ کرنے کے قابل سمجھ لئے جائیں تو وہ دو ہزار ہوتے ہیں اور اگر یہ دو ہزار احمدی اپنی ذمّہ داری کو محسوس کرتے اور ایک ایک احمدی ہی اور بناتے تو ۱۹۳۱ء میں یہ چار ہزار ہو جاتے اور اگر پھر وہ بھی ایک ایک اور بناتے تو ۱۹۳۲ء میں آٹھ ہزار ہو جاتے اور اگر یہ بھی محنت کے ساتھ کام کرتے تو ۱۹۳۳ء میں یہ تعداد ۱۶ ہزار ہو جاتی اور اگر وہ اِسی محنت کو قائم رکھتے تو ۱۹۳۴ء میں بتیس ہزار اور ۱۹۳۵ء میں چونسٹھ ہزار ۱۹۳۷ء میں ۱۲۸۰۰۰ اور ۱۹۳۸ء میں ۲۵۶۰۰۰ ہو جاتے ۔ پھر اگر اِن کے بیوی بچوں کو ساتھ شامل کرلیا جائے تو جماعت کئی لاکھ کی ہوسکتی تھی ۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ شیخ چلی والی باتیں ہیں اور یہ وہی بات ہے جسے خیالی پلاؤ پکانا کہتے ہیں مگر حقیقتاً یہ بات نہیں ۔ جن لوگوں نے اپنی ذمّہ داری کو سمجھا ہے اُنہوں نے عملاً ایسا کر کے دکھا دیا ہے ۔

صحابہ کرام کی جدوجہد سے پچاس سال کے عرصہ میں تین کروڑ مسلمان بن چکے تھے اور سپین کے ساحلوں سے لے کر چین کی حدود تک بلکہ تمام معلومہ دُنیا میں اسلام کا پیغام پہنچ چُکا تھا اور اُس وقت کی متمدن دُنیا کے اسّی فیصدی علاقہ پر اِن کی حکومت قائم ہو چکی تھی ۔ پس یہ باتیں ناممکن نہیں ہیں ۔ بشرطیکہ لوگ اپنی ذمّہ داریوں کو سمجھیں اور جو شخص احمدی ہو جائے وہ سمجھ لے کہ میں کوئی نئی مخلوق ہو گیا ہوں ۔ اگر وہ صرف یہ خیال کرتا ہے کہ میں نے چند عقائد بدل لئے ہیں باقی میں ویسا کا ویسا ہی زمیندار ہوں ، ویسا ہی لوہار یا ترکھان ہوں جیسا پہلے تھا تو وہ کیا تبدیلی اپنے اندر پیدا کرسکتا ہے ۔ ہاں اگر وہ خیال کرتا ہے کہ مَیں کوئی نئی جنس ہو گیا ہوں ، نئی مخلوق بن گیا ہوں ، خدا تعالیٰ کی آواز بن گیا ہوں تو دیکھو اللہ تعالیٰ اِسے کتنی ہمت ، قوت اور حوصلہ عطا کر دیتا ہے ۔ مَیں اُمید کرتا ہوں کہ آئندہ قادیان کے لوگ خصوصاً اپنی سُستی کو دُور کر کے

عملی طور پر اپنے اخلاص اور ایمان کا ثبوت دیں گے۔ صرف نام لکھوا دینا ہی کافی نہیں ہوتا بلکہ ضروری ہے کہ نام لکھوانے کے پیچھے ایک مضبوط ارادہ، عزم اور ہمت ہو۔ پختہ عزم اور مضبوط ارادہ کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ اور اِس نیّت کے ساتھ کہ خود بھی احمدی بننا ہے اور دوسروں کو بھی بنانا ہے۔ اِس صورت میں تمہیں لازماً احمدیت کو سیکھنا پڑے گا، اپنے اعمال درست کرنے پڑیں گے اور اِس طرح ایک طرف تمہارا اپنا ایمان اور اخلاق ترقی کرے گا اور دوسری طرف جماعت ترقی کرے گی اور تم ایسے الٰہی فضل مشاہدہ کرو گے جو روحانیت کے ساتھ ہی تعلق رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق پیدا کرنے والوں کی کوئی حد بندی نہیں ہوسکتی بلکہ اِس کے دربار میں سب کے لئے گنجائش ہے۔ دنیوی حکومتیں تو کچھ آدمی ملازم رکھ کر کہہ دیتی ہیں کہ اور گنجائش نہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی درباری خواہ ساری دُنیا ہو جائے اور اُسے ساری دنیا کو بھی معجزے دکھانا پڑیں اس کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں آ سکتی۔ پس چاہئے کہ ہم میں سے ہر فرد کوشش کرے کہ اللہ تعالیٰ کے معجزوں کا مورد ہو۔ یہ نہ ہو کہ تم میں سے ایک غریب زمیندار کو بھی دیکھ کر لوگ انگلیاں اُٹھائیں اور کہیں کہ یہ بے کس ہے جو سلوک چاہو اِس کے ساتھ کرلو بلکہ یہ ہو کہ اگر کوئی احمدی کہیں اکیلا ہو تو لوگ اِس کی طرف انگلیاں اُٹھائیں اور کہیں کہ یہ اکیلا ہے مگر اِسے چھیڑنا نہیں کیونکہ اِس کو تکلیف دینے سے خدا تعالیٰ کا قہر نازل ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ کے دربار میں جتنے لوگ چاہیں یہ مقام حاصل کر سکتے ہیں۔ وہاں ساری دُنیا کے لوگوں کے لئے گنجائش ہے بغیر اِس کے کہ اِس میں کوئی کمی ہو۔

پس اِس ایمان پر تسلی نہ پا جاؤ جس پر تمہاری عقلیں تسلی پاتی ہیں بلکہ وہ اخلاق دکھاؤ کہ جس سے خدا تعالیٰ کے پیارے بن جاؤ اور خوب یاد رکھو کہ اِس کے لئے علم کی ضرورت نہیں، روپے کی ضرورت نہیں، طاقت کی ضرورت نہیں، بلکہ صرف نیّت کی ضرورت ہے اور اِس عزم کی ضرورت ہے کہ خدا تعالیٰ کی حکومت تمہارے دلوں پر ہو۔ دل کی پاکیزگی اور صفائی اور رُوح کے فرمانبردار ہونے کی ضرورت ہے۔

اِس کے بعد میں بیرونی جماعتوں کو بھی توجہ دلاتا ہوں کہ وہ جلد از جلد واقفین کی فہرستیں تیار کر کے بھجوا دیں تا ان کے علاقوں میں بھی تبلیغ کے نظام کو مکمل کیا جائے۔ شروع میں

کام کرنے والوں کے لئے بے شک دقّتیں ہوں گی لیکن اگر ہمت اور ارادہ ہو تو مُشکلات خود بخود دُور ہو جایا کرتی ہیں۔

۱۹۲۳ء میں جب ملکانوں کا فتنہ شروع ہؤا اُس وقت جماعت کے اندر ایک جُوش پیدا ہؤا اور سینکڑوں احمدیوں نے اپنے آپ کو پیش کر دیا۔ پھر اُنہوں نے وہاں جا کر تبلیغ کی اور ثواب بھی حاصل کیے مگر انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کے کاروبار بھی ویسے ہی رہے جیسے پہلے تھے، نوکریاں بھی ویسی ہی رہیں اور اِس موقع پر جن لوگوں نے جی چُرایا کئی دفعہ ان کو خیال آتا ہوگا کہ کاش ہم بھی ثواب حاصل کر لیتے۔ غور کرو یہ کتنا عظیم الشان کارنامہ تھا کہ ایک مٹھی بھر جماعت کا مقابلہ تمام ہندو قوم کے ساتھ تھا اور یہ کتنا شاندار نتیجہ تھا کہ جب اس جماعت کے کام کی وجہ سے ہندوؤں کے لئے مُشکلات پیدا ہوئیں اور ادھر ہندو مسلم اختلاف وسیع ہونے لگا تو گاندھی جی نے بَرت رکھا اور کہا کہ جب تک ہندو مسلمانوں میں صلح نہ ہو میں بَرت نہیں کھولوں گا۔ پھر وہ کیا عجیب وقت تھا کہ دہلی میں ہندوستان کے بڑے بڑے ہندو مُسلم لیڈر جمع ہوئے کہ صلح کی تجویز کریں مگر جن کو بُلایا گیا ان میں جماعت احمدیہ کا نام ہی نہ تھا۔ یہی شیخ عبدالرحمٰن مصری جو اِس وقت ہماری مخالفت میں حصّہ لے رہے ہیں، یہ گھبرائے ہوئے میرے پاس آئے اور کہا کہ ہمارا تو نام ہی نہیں۔ ان کو توجہ دلانی چاہئے۔ مَیں نے کہا کہ مجھے تو توجہ دلانے کی ضرورت نہیں۔ آپ دیکھیں گے کہ وہ خود توجہ کرنے پر مجبور ہوں گے اور دوسرے ہی روز حکیم اجمل خان صاحب اور ڈاکٹر انصاری صاحب کا تار میرے نام آیا کہ اپنے نمائندے جلد بھیجئے صلح کے کام میں تاخیر ہو رہی ہے۔ بات یہ ہوئی کہ جب ہندو مسلم لیڈر صلح کے لئے بیٹھے تو شردھانند صاحب نے کہا کہ لڑائی تو احمدیوں کے ساتھ جاری ہے کیونکہ تبلیغ وہی کر رہے ہیں۔ یہاں اُن کے نمائندے ہی نہیں ہیں تو صلح کی بات چیت کِس سے کی جائے۔ آخر وہ لوگ جنہوں نے پہلے کِبر اختیار کیا اور کہا تھا کہ احمدیوں کو بُلانے کی کیا ضرورت ہے، مجبور ہو گئے کہ مجھ سے تار کے ذریعہ نمائندے بھجوانے کی درخواست کریں اور جب ہمارے نمائندے جانے لگے تو میں نے ان سے کہا کہ وہاں جو گفتگو ہوگی وہ میں ابھی سے بتا دیتا ہوں۔ آریہ سماجی کہیں گے کہ چونکہ گاندھی جی نے بَرت رکھا ہؤا ہے ہمیں چاہئے کہ ان کا بَرت

کھلوانے کے لئے باہم صلح کرلیں اور وہ اِس طرح کہ ہم بھی وہاں اپنا کام بند کردیتے ہیں اور آپ بھی کریں۔ بظاہر یہ خوشنما تجویز ہے اِس سے مسلمان نمائندے اِسے قبول کرنے کے لئے فوراً تیار ہو جائیں گے مگر تم کہنا کہ آپ لوگوں نے ہمارے گھر پر قبضہ کرلیا ہے اور اِس وقت اب صلح کرنے میں آپ کو فائدہ ہے مگر ہمارا سراسر نقصان ہے۔ ملکانے مسلمان تھے۔ان میں سے آپ لوگ بیس ہزار کو مرتد کر چکے ہیں اور اب صلح کی یہی صورت ہوسکتی ہے کہ ان سب کو کلمہ پڑھوا دو۔ ورنہ اِس وقت تک ہمیں تبلیغ کی اجازت ہونی چاہیئے جب تک ان کو مسلمان نہ بنا لیں۔اس کے بعد اگر باقی مسلمان کہیں گے تو ہم بھی وہاں کام بند کر دیں گے اور کہیں اور کام شروع کر دیں گے۔

جب ہمارے نمائندے وہاں پہنچے تو بعینہٖ ایسی ہی صورت وہاں پیش آئی۔سوامی شردھانند صاحب نے کہا کہ گاندھی جی کو ممنون کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم بھی وہاں کام بند کر دیں اور مسلمان بھی بند کر دیں۔ اِس پر میرے نمائندوں نے کہا کہ آریہ بیس ہزار مسلمانوں کو اپنے ساتھ مِلا چکے ہیں اور ہم تو ان کے پیچھے محض اصلاح کے لئے گئے ہیں۔صلح مساوی شرائط پر ہی ہوسکتی ہے۔

اِس لئے یہ وہ بیس ہزار آدمی واپس کر دیں اور یا پھر ہمیں اتنی دیر وہاں کام کرنے کی اجازت ہو جب تک کہ ہم اتنے آدمیوں کو مسلمان نہ بنالیں ورنہ مساوات نہیں قائم ہوسکتی۔ ہم فِی الحال وہاں کام کریں گے اور جب ان لوگوں کو اسلام میں داخل کرلیں گے جو مرتد ہو چکے ہیں تو چونکہ یہ لوگ احمدی نہیں، عام سُنّی ہیں اِس لئے اگر مسلمانوں نے چاہا ہم اِس طریق کی تبلیغ وہاں بند کر دیں گے اور اپنے کام کے لئے دوسرا علاقہ چُن لیں گے۔ اِس جواب کو سُن کر مسلمانوں کے نمائندوں نے کہا کہ احمدی ہمیشہ فساد ہی کرتے رہے ہیں۔ اِن کی نیّت ہی یہ ہے کہ مُلک میں امن نہ ہو۔ چلو ہم صلح کرتے ہیں۔ یہ مٹھی بھر جماعت کیا کرسکتی ہے، ان کو شور مچانے دو۔مگر سوامی شردھانند صاحب نے کہا کہ تم لوگوں کا تو کوئی آدمی وہاں ہے ہی نہیں۔ تمہارے ساتھ مَیں صلح کیا کروں۔ جب تک احمدیوں کے ساتھ صلح نہ ہو صلح نہیں ہوسکتی اور اِس طرح ان بے شرم علماء کو جو مَلکانوں کے ارتداد پر اپنی رضا کی مُہر لگانے کو تیار ہو گئے تھے

منہ کی کھانی پڑی اور وہ اپنی ذلّت و رسوائی دیکھ کر خاموش ہو گئے۔ ہمارا مطالبہ تو آریہ منظور کر ہی نہیں سکتے تھے اور اِس طرح یہ صلح بیچ ہی میں رہ گئی اور ہم نے کہا کہ ہم اِس وقت تک اِس میدان کو نہیں چھوڑیں گے جب تک اتنے لوگوں کو واپس نہیں لے آتے۔ آخر وہ جوش کے دن گزر گئے۔ ہمارے مبلغ بھی واپس آ گئے مگر ایک دو آدمی ہم نے اب تک وہاں رکھے ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمیں وہاں کامیابی ہو رہی ہے۔ چنانچہ کچھ ہی عرصہ ہوًا فتح پور قصبہ جو سانڈھن کے پاس ہے اور پہلے سارا کا سارا مرتد ہو چُکا تھا اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمارے مبلّغوں کی تبلیغ سے پندرہ سال بعد پھر اسلام میں داخل ہو گیا ہے اور آریہ لوگ اپنا بوریا بستر وہاں سے اُٹھا کر چل دیئے ہیں۔

دیکھو کتنی طاقتور قوم سے مقابلہ تھا۔ اُس وقت ہندو امراء کہہ رہے تھے کہ ہم کروڑوں روپیہ اِس کام پر لگا دیں گے اور یہاں تک کہتے تھے کہ ایک ایک آدمی کے بدلے ہزار ہزار روپیہ دیں گے۔ دولت اور طاقت کا سر نیچا ہوًا اور مٹھی بھر جماعت کو فتح حاصل ہوئی اور یہ نتیجہ تھا اُس قربانی کا جو جماعت نے دکھائی۔ اس وقت ایک قربانی کی رَو تھی جو جماعت میں چل رہی تھی۔ آج تک اس علاقہ میں بعض واقعات اس زمانہ کے مشہور ہیں بلکہ میرے گزشتہ سفر میں بھی بعض لوگ ملے جنہوں نے مندرجہ ذیل واقعہ کا ذکر کیا کہ وہاں ایک گاؤں سب کا سب آریہ ہو چکا تھا صرف ایک عورت مائی جمیا تھی جو مرتد نہ ہوئی تھی۔ اس کے لڑکے بھی آریہ ہو گئے تھے۔ آریوں نے کہا کہ اِس کا بائیکاٹ کیا جائے تو پھر یہ آریہ بنے گی۔ آخر اِس کا بائیکاٹ ہوًا حتّٰی کہ اس کے لڑکوں نے اس کے حصّہ کی فصل کو بھی کاٹنے سے انکار کر دیا۔ اِس وقت شاید چوہدری نصر اللہ خان صاحب یا خان بہادر شیخ محمد حسین صاحب ریٹائرڈ سیشن جج علی گڑھ والے وہاں انچارج تھے۔ مائی جمیا ان کے پاس آئی اور کہا کہ میں نے مزدوروں سے اپنی فصل کٹوانے کی کوشش کی ہے مگر وہ بھی نہیں کاٹتے اور کہتے ہیں کہ شُدھی کرواؤ تو کاٹیں گے نہیں تو جاؤ مولویوں سے کٹواؤ۔ ہمارے آدمی بوجہ تعلیم یافتہ ہونے کے وہاں مولوی کہلاتے تھے۔ اِس لئے اُنہوں نے بطور طنز کہا کہ جاؤ مولویوں سے کٹواؤ۔ ان کا خیال تھا کہ یہ لوگ اِس کام میں اِس کی کیا مدد کر سکیں گے؟ مائی جمیا نے کہا کہ میں نے ان سے کہہ دیا ہے کہ بے شک کھیت خراب

ہو جائے پرواہ نہیں مگر میں شُدھ نہیں ہوں گی۔ جو دوست وہاں انچارج تھے اُنہوں نے مجھے اطلاع دی اور میں نے انہیں لکھا کہ بے شک آریوں نے جو کچھ کہا ہے ویسا ہی ہوگا اور مولوی ہی اس کے کھیت کو کاٹیں گے۔ آپ اپنے تعلیم یافتہ آدمیوں کو لے کر جائیں اور اس کا کھیت کاٹیں۔ چنانچہ کئی گریجوایٹ اور سرکاری ملازم، سرکاری خطاب یافتہ لوگ وہاں گئے اور جا کر کھیت کاٹ دیا۔ ان کے ہاتھ لہولہان ہو گئے، چھالے پڑ گئے مگر اِس علاقہ کے لوگوں پر اِس بات کا اتنا اثر ہؤا کہ اِسی دن سے آریوں نے سمجھ لیا کہ اِس جماعت کا مقابلہ آسان نہیں۔ اِس علاقہ کے رؤساء اب بھی اِس واقعہ کا ذکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ گو اِس پر پندرہ سال گزر گئے مگر اِس کا اثر دلوں سے محو نہیں ہؤا۔ اور وہ آج بھی اقرار کرتے ہیں کہ یہ احمدیوں کا ہی کام تھا، مسلمانوں میں سے کوئی اور جماعت ایسا نہیں کر سکتی۔ وہی روح اگر آج بھی پیدا ہو تو اِس سے شاندار نتائج ظاہر ہو سکتے ہیں کیونکہ آج جماعت اُس وقت سے کئی گُنا زیادہ ہے۔ تین چار گُنا سے بھی زیادہ ہے۔ صرف ضرورت ارادہ کی ہے اور اخلاص کی۔ پس میں بیرونی جماعتوں کو بھی توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنی ذمّہ داری کو سمجھیں اور ہر بالغ مرد (عورتوں کو میں ابھی مجبور نہیں کرتا۔ گو وہ اپنی خدمات پیش کریں تو شکریہ کے ساتھ قبول کی جائیں گی مگر ان کی یہ خدمت طوعی ہو گی) لیکن ہر بالغ مرد احمدی سے میں اُمید کرتا ہوں کہ وہ اپنا وقت اِس کام کے لئے دے گا اور یہ ذمّہ داری لے گا کہ خواہ کتنا وقت کیوں نہ دینا پڑے وہ ایک دو یا تین یا ان سے زیادہ احمدی سال میں ضرور بنائے گا۔ پس تمام جماعتیں ایسی فہرستیں تیار کر کے جلد بھجوا دیں تا ان کے لئے کام کی سکیم بنا دی جائے اور اگر اِس سکیم کی اہمیت کو مدّنظر رکھا جائے تو چند سال میں ہی ہندوستان کی کایا پلٹ سکتی ہے۔ احمدیوں میں زیادہ تر اَن پڑھ لوگ ہیں۔ یعنی زمیندار طبقہ زیادہ ہے۔ یوں نسبتی لحاظ سے تو احمدیوں میں تعلیم زیادہ ہے مگر باہر کے جلسوں میں تعلیم یافتہ لوگ آتے ہیں اور ہمارے زمیندار آتے ہیں۔ ان کے عوام نہیں سُنتے مگر ہمارے عوام دوسروں کی نسبت زیادہ سُنتے ہیں۔ گویا ہمارے مخاطبین میں زیادہ تر عوام ہوتے اور دوسروں کے جلسوں کی نسبت ہمارے جلسوں میں اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ کم ہوتا ہے۔ اِس لئے وہ سیاسی لحاظ سے بات کی اہمیت کو نہیں سمجھ سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ سیاسی طور پر اسلام اِس وقت نہایت نازک دور سے گزر

رہا ہے۔ ایسے نازک دَور سے کہ اگر اِس وقت اِس کی حفاظت کے لئے کوئی جماعت کھڑی نہ ہو گی تو اِس کے مِٹ جانے میں کوئی شُبہ نہیں ۔ یوں تو مسلمان بیشک دنیا میں رہیں گے مگر نام کے مسلمانوں سے اسلام کو کیا فائدہ ؟ قرآن دُنیا میں اِس لئے نہیں آیا تھا کہ اسے جزدانوں میں بند کر کے رکھا جائے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دُنیا میں اِس لئے نہیں آئے تھے کہ لوگ مُنہ سے آپ کو خدا کا رسول تسلیم کر لیں بلکہ اِس لئے آئے تھے کہ خدا تعالیٰ کی تعلیم کو دُنیا میں قائم کریں۔ اگر یہ نہیں تو مسلمانوں کا وجود تعداد میں خواہ کتنا کیوں نہ بڑھ جائے بے فائدہ ہے۔ سفید چیز کو کالا کر دینے سے وہ کالی نہیں ہو جاتی اور کالی کو سفید کہہ دینے سے وہ سفید نہیں ہو جاتی ۔ اِسی طرح جس کا دل کافر ہو اُس کا نام مسلمان ہونے سے کوئی فائدہ نہیں ۔ اِس نازک موقع پر ایک جماعت احمدیہ ہی ہے جس سے اُمید کی جاتی ہے کہ وہ اپنی ذمّہ داری کو سمجھتے ہوئے مقابلہ کے میدان میں آگے آئے گی اور جلد اسلام کے حقیقی پیروؤں کی اتنی تعداد پیدا کر لے گی کہ جو دُنیا کا مقابلہ آسانی سے کر سکے ۔ گو باہر سے بھی اطلاعات آنی شروع ہو گئی ہیں مگر اِس کے لئے آخری تاریخ ۸ر مارچ مقرر ہے۔☆ دعوۃ وتبلیغ کو چاہیئے جس طرح تحریک جدید کا عملہ محنت کر کے سب جماعتوں سے وعدہ لکھوا چُکا ہے وہ بھی خاص زور دے کر فہرستیں مکمل کریں اور سلسلہ کے اخبار اِس کام میں ان کی پوری مدد کریں اور اِس لحاظ سے وقت بہت کم ہے اِس لئے میں پھر دوستوں کو توجّہ دلاتا ہوں کہ اِس سے بہت زیادہ جدوجہد کی ضرورت ہے جو وہ کر رہے ہیں۔ قادیان سے فہرستیں آ چکی ہیں اور ان کو بہت جلد تحریک جدید اور نظارت دعوۃ وتبلیغ کی طرف سے ان کے فرائض سے مطلع کر دیا جائے گا اور میں ہر ایک احمدی سے اُمید رکھتا ہوں کہ وہ پوری محنت، ہمت اور کوشش سے کام کرے گا اور اس سال کے آخر تک ہر وہ شخص جو کوتاہی کرے گا میں مجبور ہوں گا یہ قرار دینے پر کہ اُس نے احمدیت کا اچھا نمونہ نہیں دکھایا اور کہ وہ محض نام کا احمدی ہے حقیقتاً ہمارے ساتھ شامل نہیں۔

اِس کے بعد مَیں قادیان کے دوستوں کو بھی اور باہر والوں کو بھی تحریک جدید کے مالی حصّہ

☆ یہ خطبہ دیر سے چھپ رہا ہے اِس لئے میں ہندوستان کے لئے ۸ر اپریل کی تاریخ مقرر کر دیتا ہوں۔

کی طرف متوجہ کرتا ہوں۔ یاد رکھنا چاہئے کہ دس فروری کے بعد کوئی وعدے قبول نہیں کئے جائیں گے۔ مَیں نے کل دفتر سے لسٹ منگوائی تھی اور مجھے افسوس ہے کہ قادیان میں بھی ابھی بہت سے ایسے دوست ہیں جنہوں نے توجّہ نہیں کی وہ ایسے نہیں کہ ہم خیال کریں کہ مالی مُشکلات کی وجہ سے حصّہ نہیں لے سکے بلکہ ایسے ہیں کہ جو کسی نہ کسی صورت میں حصّہ لے سکتے ہیں۔ باہر کی بعض بڑی جماعتوں کی فہرستیں بھی تا حال نہیں آئیں۔ جیسا کہ دفتر کی اطلاعات سے معلوم ہؤا ہے مَیں جانتا ہوں کہ وعدوں کا زور آخری دنوں میں بہت ہوتا ہے۔ جو مخلص ہیں وہ تو پہلے دنوں میں ہی توجّہ کرتے ہیں پھر درمیان میں رَو کم ہو جاتی ہے اور پھر جب آخری دن ہوتے ہیں تو پھر رَو تیز ہو جاتی ہے کیونکہ دوستوں کو خیال ہوتا ہے کہ اب وقت ختم ہونے کو ہے مگر ان کو اچھی طرح یاد رکھنا چاہئے کہ دس فروری کے بعد یا باہر کے جس خط پر گیارہ فروری کے بعد کی مُہر ہوگی ایسا کوئی وعدہ قبول نہیں کیا جائے گا۔ جب کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک جماعت خدمت کرنے والوں کی تیار کرنا چاہتا ہے اور کئی لوگوں کے خوابوں سے اِس کی تائید ہو چکی ہے۔ سینکڑوں لوگوں کو اس کے متعلق الہامات ہو چکے ہیں تو پھر پیچھے رہنا کس قدر بدنصیبی ہے۔

پس ہر ایک شخص جو تھوڑا بہت بھی حصّہ لے سکتا ہے مگر نہیں لیتا اس کی بدقسمتی میں کوئی شُبہ نہیں۔ کئی لوگ محض اِس لئے ہچکچاتے ہیں کہ وہ خیال کرتے ہیں کہ پہلے ہم نے زیادہ حصّہ لیا تھا اب کم کس طرح لیں۔ حالانکہ شرائط کے مطابق ایسا کرنا جائز ہے۔ اِس سے زیادہ حماقت اور کیا ہوسکتی ہے کہ جو شخص سابقون میں شامل نہ ہو سکے وہ دوسرے درجہ میں بھی نہ ہو۔ ایسا خیال کرنا نادانی اور ثواب کی ہتک ہے۔ ثواب خواہ کتنا ہی تھوڑا کیوں نہ ہو ضرور حاصل کرنا چاہئے۔ اگر کسی نے پچھلے سال سَو روپیہ دیا مگر اِس سال وہ سمجھتا ہے کہ مَیں پانچ ہی دے سکتا ہوں اور اِس لئے چندہ لکھوانے سے رُکتا ہے کہ اِس سے میری ہتک ہوگی تو وہ عزّت کو ثواب پر مقدم کرتا ہے۔ حالانکہ ثواب کو عزّت پر مقدم کرنا چاہئے۔ اگر تو وہ واقعی معذور ہے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اِس کے پانچ بھی پانچ سَو کے برابر ہیں اور اگر وہ معذور نہیں تو جو درجہ وہ ایمان کا اپنے لئے تجویز کرتا ہے اُسی کے مطابق اللہ تعالیٰ سے اَجر پائے گا۔

پس قادیان کے دوستوں کو بھی اور باہر والوں کو بھی میں پھر ایک دفعہ متوجّہ کرتا ہوں کہ بہت تھوڑے دن باقی رہ گئے ہیں۔ بعد میں بیسیوں لوگ خطوط لکھتے ہیں کہ ہم سے غلطی ہوگئی، معاف کر دیں اور وعدہ قبول کر لیں۔ حالانکہ جب ہم نے ایک قانون بنا دیا تو معافی کے کیا معنے؟ پس جنہوں نے بعد میں معافی مانگنی ہے وہ ابھی ہوشیار ہو جائیں۔

اِس سال چونکہ اِس سکیم کی پوری پوری وضاحت کر دی گئی ہے اِس لئے آئندہ کوئی نیا وعدہ قبول نہیں کیا جائے گا۔ سوائے اُن کے جو ثابت کر دیں گے کہ وہ نئے احمدی ہوئے ہیں یا بیکار تھے۔ مثلاً کوئی اب طالبعلم ہے اور اگلے سال کام پر لگے یا جن کو اِس تحریک کا پہلے علم نہیں ہوا تھا۔ بیسیوں ایسے لوگ ہیں جو اِس سال لکھتے ہیں کہ پہلے ہم نے حصّہ نہیں لیا تھا مگر اب اِس سکیم کی اہمیت ہم پر واضح ہوگئی ہے اِس لئے شامل ہونا چاہتے ہیں۔ اِس سال تو مَیں نے ایسے لوگوں کو اجازت دے دی ہے مگر آئندہ سال نہیں دی جائے گی کیونکہ اب اِس کی پوری وضاحت کر چُکا ہوں۔ سوائے ان کے جو ثابت کر دیں گے کہ وہ نئے احمدی ہوئے ہیں یا پہلے کوئی آمد نہ رکھتے تھے یا اُن کو اس تحریک کا علم ہی نہیں ہوا، ایسے لوگوں کے سوا کسی احمدی کا وعدہ قبول نہ کیا جائے گا۔ خواہ وہ کتنی مِنّتیں کیوں نہ کرے۔ جو اِس سال شامل ہوگا وہی آئندہ شامل ہو سکے گا کیونکہ وہی اِس قابل ہے کہ اُس کا نام تاریخ میں محفوظ رہے۔

پس یہ آخری اعلان ہے جس سے دوستوں کو پورا فائدہ اُٹھانا چاہئے۔ ممکن ہے بعض جماعتوں کے سیکرٹری یا پریذیڈنٹ سُستی کر رہے ہوں اور دوست سمجھتے ہوں کہ ہمارے وعدے پہنچ چکے ہیں۔ دفتر کو چاہئے کہ ایسے مقامات پر کئی لوگوں کو اطلاع بھیج دے کہ ان کے وعدے تا حال نہیں پہنچے۔ اور جن کو وعدوں کی منظوری کی اطلاع دفتر سے نہیں پہنچی ان کو بھی چاہئے کہ اچھی طرح اطمینان کر لیں۔ ایسا نہ ہو کہ رہ جائیں۔ ابھی وقت ہے کہ وہ اصلاح کرا لیں۔ لیکن اگر انہوں نے نہ کرائی تو پھر یہ عذر نہیں سُنا جائے گا کہ ہم نے تو وعدہ بھیج دیا تھا سیکرٹری یا پریذیڈنٹ پر ذمہ داری ہے۔ یہ تحریک چونکہ طوعی ہے اِس لئے ہر فرد براہ راست ذمّہ دار ہے۔

پس ہر فرد کو یہ اچھی طرح یاد رکھنا چاہئے کہ صرف انہی کے وعدے قبول کئے جائیں گے جو وقت پر پہنچا دیں گے۔ اگر کسی جماعت کے سیکرٹری یا پریذیڈنٹ سُستی کرتے ہیں تو دوستوں کو

چاہئے کہ خود براہ راست وعدے بھیج دیں اور اگر اُنہوں نے خود بھی نہ بھیجے تو ہم یہی سمجھیں گے کہ عُہدیداران کی سُستی میں وہ خود شامل ہیں۔☆'' (الفضل ۳؍ مارچ ۱۹۳۹ء)

☆ خطبہ تاریخ گزرنے کے بعد شائع ہو رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت کے مخلصین غیر معمولی اخلاص کا ثبوت دے چکے ہیں اور وعدے گزشتہ سال سے بڑھ گئے ہیں۔ اَلْحَمْدُلِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ۔ مَیں اِس خطبہ کی شرائط میں اِس قدر اصلاح کرتا ہوں کہ جنہوں نے سیکرٹریوں سے وعدہ لکھنے کو کہا اور اُنہوں نے وعدہ نہ بھجوایا اگر وہ بعد میں اِس کا علم ہونے پر نام لکھوانا چاہیں تو لکھوا سکتے ہیں۔ نیز یہ بھی یاد رہے کہ چونکہ اب دس سالہ میعاد مقرر ہے اور حقیقی طور پر الٰہی فوج کے سپاہی وہی کہلا سکتے ہیں جو دسوں سال حصّہ لیتے رہے ہیں۔ اِس لئے جن لوگوں نے سابق میں معافی لے لی تھی وہ اگر ان کامل سپاہیوں میں شامل ہونا چاہتے ہیں تو انہیں گزشتہ رقوم بھی ادا کرنی چاہئیں ورنہ وہ دس سالہ قربانی کرنے والوں میں شامل نہیں ہو سکتے۔ ہاں اپنی قربانی کے مطابق ثواب ضرور حاصل کر لیں گے۔ پس جنہوں نے کسی سابق سال کا چندہ نہیں دیا یا معافی لے لی تھی اور اب وہ دس سالہ سکیم میں شامل ہونے کی تڑپ رکھتے ہیں انہیں اب گزشتہ کی تلافی کر لینی چاہئے۔ ہاں ان کی سابقہ رقوم کی ادائیگی کے لئے محکمہ مناسب سہولت دے سکتا ہے جس کا فیصلہ وہ محکمہ سے بذریعہ خط و کتابت کر لیں۔